



دل بدلے تو زندگی بدلے  
پارٹ-1

# خواہش سے ارادے تک

نگہت ہاشمی

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

النور پبلیکیشنز



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# خواہش سے ارادے تک

استاذہ نگہت ہاشمی



# خواہش سے ارادے تک

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

www.KitaboSunnat.com

## جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب :	خواہش سے ارادے تک
مقطعہ :	تکلیف ہاشمی
طبع اول :	مئی 2007ء
طبع دوم :	جون 2008ء
تعداد :	2100
ناشر :	النور انٹرنیشنل
لاہور :	98/CII گلبرگ III فون: 7060578-7060578-042
فیصل آباد :	103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون : 041 - 872 1851
بہاولپور :	7A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون : 062 - 2875199
ملتان :	888/G/1، بالمقابل پروفیسر زاکیڈمی، یوسن روڈ، گلگشت
فون :	061 - 6223646
ای میل :	alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ :	www.alnoorpk.com
مومن کمیونٹی کیشنز 48-B :	کریں مارکیٹ بہاولپور فون : 062 - 2888245
مطبع :	
قیمت :	30 روپے

## ابتدائیہ

وہ رب کیسا ماہر ہے! کیسی مخلوق بنائی! کیسے ظاہری اور باطنی حواس دیئے! یعنی پیدا کیا تو ہر چیز بھی ساتھ ہی عطا کر دی۔ انسان normally دو چیزوں میں فرق نہیں کر پاتا اور وہ ہیں خواہش اور ارادہ۔

انسان کے اندر خواہش اور عقل کے درمیان مستقل ایک جنگ جاری ہے۔ ایک طرف عقل ہے اور دوسری طرف خواہش۔ عقل کے پاس اگر علم ہے تو عقل win کر جاتی ہے لیکن جب علم نہیں ہوتا تو خواہش win کر جاتی ہے۔ سب سے مشکل کام کیا ہے؟ خواہش اور ارادے کو پہچاننا۔ علم نہیں ہوتا تو انسان فرق نہیں کر پاتا اور تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو تو خواہش غالب آتی ہے اور یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ارادہ ہمیشہ علم اور انجام کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ارادے ٹوٹتے ہیں کیونکہ انجام یاد نہیں رہتا۔

انسان کی خواہش کے لیے اگر عقل کی لگام نہ ہوتی تو انسان آج کیا ہوتا؟ عقل علم کی وجہ سے ہی صحیح راہ نمائی کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادے کی تخلیق نہ کرتا تو اس کی وجہ سے عقل کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ عقل سے انسان ارادہ کرتا ہے۔ انسان کے اندر علم اور شعور کی کمی کی وجہ سے اس کا مثبت ارادہ نہیں بنتا۔

جو علم انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رویے یعنی خلق کو درست کرنے کے

لیے چاہیے وہ کس چیز کا علم ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات کی معرفت اور آخرت کے حقائق کے انجام کا علم ہے۔ یہ علم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ارادہ نہیں ہوگا۔

ارادہ کیوں ٹوٹتا ہے؟ نیکی کا ارادہ کیوں نہیں بنتا؟ ارادہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟ خواہش اور ارادے میں کیسے فرق کیا جاسکتا ہے؟ ارادے کو کیسے مضبوط کیا جاسکتا ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب آپ کو ملین گے اس کتاب میں جس کا موضوع ہے: ”خواہش سے ارادے تک“۔ نصرة النعم سیریز کا یہ لیکچر کتاب کے علاوہ سی ڈی اور کیسٹ کی صورت میں بھی موجود ہے۔

پبلشنگ سیکشن  
النور انٹرنیشنل



بعض نثریں

انسان کا دل خواہشات کی آماجگاہ ہے۔ اس قلب کے اندر اچھی خواہشات بھی پیدا ہوتی ہیں اور بری بھی۔ خواہش انسان کی زندگی میں تبدیلی لے کر آتی ہے لیکن یہ تبدیلی فقط خواہش سے نہیں آتی۔ جب دل کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو انسان اس کو پورا کرنے کے لیے ارادہ کرتا ہے۔ خواہش ارادہ کیسے بنتی ہے؟ ابتداء میں انسان کے اندر خواہش ایک خیال کی صورت میں ابھرتی ہے۔ اگر انسان اسے بار بار سوچے تو وہ اندر چپک جاتی ہے۔ پھر انسان اسے یاد کرتا رہتا ہے۔ پھر جب یہ خواہش strong ہو جاتی ہے تو انسان اس پر غور و فکر کرتا ہے اور بالآخر اس کو پورا کرنے کے لیے ارادہ کر لیتا ہے۔ یوں خواہش سے ارادے تک کے مراحل انسان کے قلب کے اندر طے ہوتے ہیں۔ پھر جب انسان ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش کرتا ہے۔ اس کو ہم ایک مثال کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ جیسے ایک شہر ہے وہاں پہنچی گورنمنٹ [city government] ہوتی ہے مثلاً لاہور کی کوئی شہی گورنمنٹ ہے؟ کوئی شہی ناظم ہو، ڈسٹرکٹ ناظم ہو، کونسلرز ہوں؟ یقیناً systems موجود ہیں۔ جیسے ہر شہی یا ہر ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے اسی طرح ہمارا وجود بھی ایک شہر کی طرح ہے۔ اس شہر میں کہیں خون پمپ ہوتا ہے، کہیں غور و فکر کا کام ہوتا ہے، فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں۔ کہیں جگر [liver] جیسی فیکٹری لگی ہوئی ہے جہاں کئی فیکٹریوں جتنا کام ہوتا ہے،

کہیں پہ اس شہر میں گردے [kidney] کی فیکٹری لگی ہوئی ہے، کہیں دوسرے افعال ہو رہے ہیں جیسے پھپھڑے کام کرتے ہیں، جیسے انسان کے جسم کے اور حصے کام کرتے ہیں تو بدن ایک شہر کی طرح ہے، ایک city ہے اور انسان کی عقل بنیادی طور پر اس شہر پر حکومت کرنے والی ہے۔ عقل حاکم ہے۔ اس کے ذریعے اس شہر پر حکمرانی ہوتی ہے اور انسان کے ظاہری اور باطنی حواس اس حاکم کے لیے کام کرتے ہیں۔

ظاہری حواس کون سے ہیں؟ پانچ حیات۔

اور باطنی حواس کون سے ہیں؟ خیال، حافظہ، ذکر، غور و فکر اور احساس۔

انسان کے جتنے ظاہری اور باطنی حواس ہیں، عقل کے سپاہی ہیں، عقل کے لیے کام کرتے ہیں۔ اعضاء انسان کی رعیت ہیں، رعایا ہیں اور نفسِ امارہ یعنی جو سرکش نفس ہے، جو برائی پر آمادہ کرتا ہے اُسے ہم شہوت اور غضب کی قوتوں سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت کون کر رہا ہے؟ عقل اور اس کے لیے باقی معاون اور مددگار ظاہری اور باطنی حواس ہیں۔ اب عقل کا مقابلہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ نفسِ امارہ سے، قوتِ غضب اور قوتِ شہوت سے۔ کبھی شہوت چاہتی ہے کہ میں حاکم بن جاؤں، کبھی غضب کہتا ہے کہ میں حکومت حاصل کر لوں یعنی کبھی غصہ کبھی خواہش۔

اب اگر انسان کی خواہش غالب آجائے تو خواہش کے غلبے کی وجہ سے کیا ہوگا؟ ہر دارالحکومت میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ جب کبھی کوئی دارالحکومت فتح ہوتا ہے تو دشمن اُس کی رعایا کو موت کی نیند سلانے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ عام طور پر اس کے لیے بمباری ہوتی ہے، میزائلز پھینکے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایٹم بم جیسی ہلاکت خیز ایجادات ہوئیں۔ اس کی وجہ سے ہیروشیما، ناگاساکی جیسے شہر تباہ ہو گئے۔ جیسے دشمن یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے دشمن کا علاقہ، گھر، اُس کے مال و اسباب، اُس کے سارے ذرائع، ہر چیز تباہ کر دوں، ایسے ہی انسان کی شہوت (خواہش)

اور اُس کا غضب، ان دونوں کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم عقل پر فتح حاصل کر لیں، عقل کو کنٹرول کر لیں اور ساری رعایا کو موت کی نیند سلا دیں، رعایا کو مار ڈالیں۔

اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں تو بدن محاذِ جنگ ہے جہاں حاکم شہر نفسِ نفسِ مقابلہ کرنے کے لیے موجود ہوتا ہے۔ حاکم شہر کون ہے؟ بدن کے شہر کا حاکم کون ہے؟ عقل۔ عقل مقابلہ کرنے کے لیے موجود ہے۔ اگر وہ جنگ میں غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو دشمن کو راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے، یعنی خواہش دب جاتی ہے، غصہ کنٹرول ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ اندر کا جو جہاد ہے، اندر کے لیے جو کوشش ہے، اس میں ایک انسان کا نفسِ امارہ مغلوب ہو جاتا ہے اور انسان کی نفسِ مطمئنہ کی جو اصل حیثیت ہے وہ غالب آ جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں رب العزت فرماتے ہیں:

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً

(النساء: 95)

”اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور اپنی

جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھروں میں بیٹھنے والوں کے۔“

گھر میں بیٹھنے والوں کی نسبت گھر سے نکلنے والوں، اللہ تعالیٰ کی خاطر مال لگانے والوں،

اُس کی راہ میں اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا ہے۔ یہ جان سے جہاد ہے۔ ایک

تو بے جان نچھاو کر دینا اور ایک جہاد تو شہوت اور قوتِ غضب کو کنٹرول کرنے کے لیے

انسان کے بدن کے اندر جاری ہے۔ یہ جہاد بھی بڑے جہاد کی تیاری کے لیے ضروری ہے۔

اس جہاد میں اگر انسان فتح حاصل کرے تو یہ جہاد اکبر ہے یعنی بڑا جہاد ہے۔ اگر عقل بہادری

کے جوہر نہ دکھائے تو اُس کے لیے بہت بڑی سزا ہے۔ جیسے ایک روایت میں آتا ہے:

ایک شخص سے کہا جائے گا کہ اے خبیث چرواہے! تو نے گوشت کھایا، دودھ

پیا مگر گم شدہ کا پتہ نہ لگایا، شکستہ کو صحیح نہ کیا۔ آج میں تجھ سے انتقام لوں گا۔

چرواہا کون ہے؟ ناظم ہے، حکمران ہے۔ کس پر؟ بکریوں پر۔ جیسے ایک چرواہا اپنی تنخواہ وصول کرتا ہے۔ انہی بکریوں کا گوشت کھاتا ہے، دودھ پیتا ہے یعنی فوائد تو سارے حاصل کرتا ہے لیکن اگر کوئی بکری گم ہو جائے تو گم شدہ کا پتہ نہیں لگاتا، اگر کوئی چیز نوٹ پھوٹ جائے، اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے چرواہے سے، ایسے ناظم، ایسے حاکم سے انتقام لینا ہے۔ اسی طرح عقل اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگی کہ گم شدہ کا پتہ کیوں نہیں چلایا؟

انسان کے اندر سے کیا چیز گم ہو جاتی ہے؟ جانتے ہیں؟ انسان غافل ہو جاتا ہے، عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق میں پردہ حائل ہو گیا، دراصل یہ پردہ عقل پر پڑتا ہے۔ انسان سوچ نہیں سکتا، reasoning نہیں کر سکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حدیث میں اسی > ادا کبر کی طرف کی طرف اشارہ کیا ہے جب فرمایا:

رَبَّعْنَا إِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ

”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ گئے۔“

چھوٹا جہاد دشمن سے براہ راست آمنے سامنے لڑا جاتا ہے اور بڑا جہاد اپنے نفس کے خلاف لڑا جانے والا ہے۔ اپنے نفس کے خلاف لڑی جانے والی جنگ بڑی کیوں ہے؟ کیونکہ وہ ساری زندگی جاری رہے گی، اُس کا کوئی آخر [end] ہے ہی نہیں۔ یہ دو مثالیں ہیں۔ ہم نے پہلی مثال دیکھی تھی کہ قلب بادشاہ ہے۔ دوسری مثال میں دیکھا کہ عقل بادشاہ ہے لیکن عقل اور قلب بنیادی طور پر ایک ہی چیز ہے۔ جب ہم اس terminology میں دیکھتے ہیں تو عقل سے مراد سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے اور قلب کیا ہے؟ قلب سے بھی یہی مراد ہے۔

تیسری مثال ہم دیکھتے ہیں۔ جیسے عقل ایک سوار ہے جو شکار کے ارادے سے نکل کر جارہا ہے اور شہوت اس کا گھوڑا ہے (خواہشات ہی تو انسان کو بھگاتی ہیں) اور غضب اس کا کتا ہے۔ کتا کیا کرتا ہے؟ حفاظت کرتا ہے، بھونکتا ہے اور دشمن کو قریب نہیں آنے دیتا۔ اب اگر وہ سوار اپنے فن میں ماہر ہو (کس فن میں؟ شکار کرنے میں)، گھوڑا سدا ہوا ہو (گھوڑا کیا ہے؟ شہوت) یعنی شہوت under control ہو اور کتا بھی تعلیم یافتہ ہو یعنی غضب کو بھی کنٹرول میں رکھا ہوا ہو، (کیا قوت غضب کو سکھانے پڑھانے کی ضرورت ہے؟ قوت غضب اور قوت شہوت کو ہینڈل کرنے کے لیے trained کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، سکھانے کی ضرورت ہے) قوت شہوت بھی under control ہو اور قوت غضب بھی تعلیم یافتہ ہو تو یہ شکاری اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شکار کر کے ہی لوٹے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شکاری خود بھی شکار کے فن سے ناواقف ہے، گھوڑا امنہ زور ہے اور کتا دیوانہ ہے۔ ویسے عام طور پر حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خود شکار کرنا نہیں آتا، گھوڑا امنہ زور ہے اور کتا دیوانہ ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ صحیح سلامت واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ سوار کی ناواقفیت دراصل انسان کی جہالت ہے۔ انسان کو یہ نہیں پتہ کہ میرا مقصد زندگی کیا ہے؟ میں کیوں آیا؟ میں نے دنیا میں کرنا کیا ہے؟ وہ اپنی زندگی کی کتاب سے ناواقف ہے اور گھوڑے کی سرکشی دراصل شہوت کا، خواہشات کا غلبہ ہے اور کتے کی دیوانگی غصے کے غلبے کی مثال ہے۔ کتا دیوانہ ہے۔ کیا یہ بات سمجھ آئی کہ دل کا معاملہ کیسے خراب ہوتا ہے؟ انسان خراب کیسے ہوتا ہے؟ یہ مثال زیادہ سادہ نہیں ہے؟ تین چیزوں کی مثال ہے:

- 1- سوار      2- سواری یعنی گھوڑا      3- کتا

سوار اگر ناواقف ہے تو کام خراب ہو گیا۔ اُس کو اللہ کی کتاب کا علم نہیں، اُس کو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا علم نہیں اور دوسری طرف یہ کہ خواہشات کا غلبہ ہے اور کتنا دیوانہ ہے یعنی غضب، غصہ بھی بہت زیادہ ہے، کوئی چیز کام آنے والی نہیں تو ایسا شخص اپنی ہی آگ میں بھسم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر تو وہ کر رہا ہے لیکن جہنم میں جانے کے لیے۔

انسانی دل کے حوالے سے اگر دیکھیں تو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو حیوانات کو بھی حاصل ہیں اور انسان کو بھی۔ مثال کے طور پر خواہش جانور کے اندر بھی ہوتی ہے اور انسان کے اندر بھی۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ کتے کہ اندر خواہش کتنی بڑھی ہوئی ہے؟ حرص تک پہنچی ہوئی۔ بلی کے اندر خواہش ہوتی ہے؟ کبھی آپ نے بلی کو observe کیا ہے جب وہ چوہے کو دیکھ رہی ہوتی ہے؟ بلی کی قدموں کی چاپ کبھی سنی ہے؟ پتہ ہی نہیں چلنے دیتی، آہستہ آہستہ سامنے آتی ہے۔ کبھی آپ نے مکڑی کو دیکھا ہے؟ جالے کے اندر کیسے مکھی کی طرف بڑھتی ہے؟ بالکل آہستہ آہستہ کہ جالے کے اندر پھنسی ہوئی مکھی یا چمچھر کو پتہ ہی نہ چلے، اچانک شب خون مار دو۔ کیا آپ نے ایک مکڑی میں، ایک کتے میں، ایک بلی میں، ایک شیر میں رویے کی اس تبدیلی پر غور کیا ہے؟ آپ نے کبھی animal world دیکھا ہے National Geographic میں کہ شکاری جانور ایک دوسرے کا کیسے شکار کرتے ہیں؟ کون سی چیز انہیں اتنا ماہر بناتی ہے؟ اندر سے کیا اُٹھتا ہے؟ خواہش، خواہش کی شدت، Change in behaviour due to desires۔ خواہشات کی وجہ سے ایک تبدیلی آتی ہے۔ یہ خواہش انسانوں میں بھی ہوتی ہے اور جانوروں میں بھی۔

اسی طرح سے غصہ ہے۔ کیا کبھی کسی شیر کو غصہ آیا؟ پھر وہ کیا کرتا ہے؟ غصے میں دھاڑتا ہے۔ اپنے شکار کے اوپر ٹوٹ پڑتا ہے۔ کبھی کسی بھیڑیے کو غصہ آتا ہے؟ کتے کو غصہ آتا ہے؟ کتا تو غصے میں پاگل ہی ہو جاتا ہے، دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر

خواہش انسانوں میں ہے تو حیوانوں میں بھی ہے، غصہ بھی انسانوں کے ساتھ ساتھ حیوانوں میں بھی ہے۔

جیسے انسانوں کے ظاہری اور باطنی حواس ہیں ایسے ہی جانوروں کے بھی ہیں۔ ظاہری حواس کا تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی کچھ سکتے ہیں، سونگھ سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں۔ جانوروں کے باطنی حواس کیسے ہیں؟ ایک جانور کے ذہن میں کیسے خیال آتا ہوگا؟ مثلاً ایک شیر اگر ایک بکری یا ہرن کو دیکھ لے تو کیا اُس کے ذہن میں کوئی خیال آئے گا؟ 'بکری کو پکڑ لوں!' اُس کو شکار کا خیال آتا ہے۔ جب وہ اُس کے پیچھے بھاگتا ہے تو وہ بات اُسے یاد رہتی ہے، اُس کے حافظے میں رہتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کچھ چیزیں ان جانوروں اور ہمارے درمیان common ہیں۔ جیسے ظاہری حواس اُن کے بھی ہیں اور ہمارے بھی، ایسے ہی کچھ باطنی حواس اُن کے بھی ہیں اور ہمارے بھی۔

کہتے ہیں کہ گھوڑا اپنی دشمنی کو بھولتا نہیں ہے اور ایسے ہی اونٹ نہیں بھولتا، ایسے ہی سانپ بھی نہیں بھولتا۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ جو خیال اُن کے ذہن میں آجائے اس کو اپنے اندر پختہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ سوچتے ہی ہوں گے کہ اب بدلہ لینا ہے، انتقام لینا ہے۔ National Geographic پہ شکار ہوتے ہوئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح شکار کرنے والے جانور انتظار میں رہتے ہیں کہ کہاں ذرا سامانیں غافل ہوں اور وہ اُن کے بچے چھپٹ کر لے جائیں۔ کہیں اُن کے قریب ہی تاک میں رہتے ہیں اور خیال کے بغیر کیسے کوئی تاک میں رہ سکتا ہے؟ یہ حافظہ ہے، غور و فکر ہے اور سارے حالات کا جائزہ ہے کہ کہاں سے میں اُسے پھنسا سکتا ہوں؟ پھر آگے دیکھیں تو اس کے ساتھ ساتھ ایک احساس ہے۔ یہ حس فقط مادی خواہش کے پورا کرنے کے لیے ہے لیکن ہے سہی۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ انسانوں اور جانوروں میں similarities ہیں۔ ابھی تک ہم نے

شکار کرنے والے جانوروں مثلاً شیر، کتے اور بلی کو دیکھا چاہے چھوٹا سا چوہا ہی شکار کرے، کرتی تو ہے لیکن آپ دیکھیں کہ چوہے پر کیا بنتی ہے؟ چوہے کو کیا خیال آتا ہے؟ چوہا جب بلی کی آنکھوں کو دیکھتا ہے تو اُس کو کچھ سمجھ آتی ہے؟ کیا سمجھ آتی ہے؟ کیسے بھاگتا ہے؟ اُس کے ذہن میں بھی خیال آتا ہے۔ جن لوگوں نے Tom & Jerry کارٹون دیکھے ہیں ان کو تو بہت ہی پتہ ہوگا کہ چوہا کیا سوچتا ہے؟ یہ ہم صرف اس لیے دیکھ رہے ہیں کہ کچھ چیزیں similar ہیں، حیوانوں کے اندر بھی موجود ہیں لیکن problem یہ ہے کہ حیوان خواہش اور غضب پر لگام نہیں ڈال سکتا اور انسان نے لگام ڈالنی ہے۔ انسان اور جانور میں بنیادی فرق ہی یہی ہے کہ انسان لگام ڈالے گا اور جانور لگام نہیں ڈال سکتا۔

جیسے دیکھیں کہ چوہا بلی کی نیت کو دیکھتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے، بکری بھیڑیے کی نیت کو دیکھتی ہے تو بھاگ کھڑی ہوتی ہے، ہرن دیکھتا ہے کہ شیر کی شکار کرنے کی نیت ہے تو وہ چوکرڑیاں بھرتا ہوا فرار ہو جاتا ہے۔ یہ مناظر آپ نے کبھی دیکھے؟ فرض کریں اگر آپ کو یہ پتہ چلے کہ کوئی سانپ آپ کے کمرے کے اندر داخل ہو گیا تو پھر آپ کیا کریں گے؟ آپ behaviour کو سمجھ رہے ہیں! ایک چیز خیال کے اندر آتی ہے اور اتنی تیزی کے ساتھ یہ سلسلہ چلتا ہے کہ within seconds کام ہو جاتا ہے۔ جس چیز کے بارے میں انسان واقعی سمجھ جاتا ہے کہ یہ مجھے نقصان پہنچائے گی حتیٰ کہ جانور بھی اس معاملے میں پورا شعور رکھتے ہیں تو زندگی بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس دے رکھی ہے۔ اس طرح ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ظاہری اور باطنی حواس انسانوں میں بھی موجود ہیں اور جانوروں کے اندر بھی۔ اسی وجہ سے تو جانور بھی اپنے نقصان کا ادراک کرتے ہیں جیسے انسان کرتا ہے اور جانور بھی اپنے نفع کا سوچتے ہیں جیسے انسان سوچتا ہے۔

آپ جانوروں کے بچوں کی پیدائش اور حفاظت کے معاملے کو دیکھیں کہ ہر ایک



اپنے نقصان کا اندازہ لگاتا ہے۔ مثلاً چھوٹی سی چیز یا کو دیکھیں، جب کبھی اُس کا بچہ، وہ چھوٹی سی پوٹ نیچے گر جائے تو اُس کے ساتھ کیا بنتی ہے؟ اُس بچاری کی بیقراری، پریشانی کا اندازہ لگائیں کہ اُس کا کیا حال ہوگا! آپ نے کبھی مرغی کو دیکھا ہے؟ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو دیکھا ہے؟ اتنی چھوٹی آنکھیں بلی کو دیکھتی ہیں کہ یہ میرے بچوں، میرے چوزے کی طرف آرہی ہے تو وہ اپنے پر کھول لیتی ہے اگرچہ اس کو پتہ ہے کہ بلی نے مجھے کھا جانا ہے لیکن اُس میں اتنا غضب بھڑکتا ہے کہ بلی پر بھی حملہ آور ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنے چھوٹے سے دماغ کے اندر اتنا غصہ بھڑکا کہ اُس نے اپنے مخالف، اپنے دشمن پر حملہ کر دیا۔

ہم لوگ چھوٹے تھے تو ہمارے گھر میں ایک مرغ تھا۔ سب بچوں نے اُسے بہت ہی بادام کھلائے اور وہ بہت زیادہ طاقت ور ہو گیا اور پھر بچوں کا دشمن ہو گیا۔ جونہی بچے قریب آتے تھے تو اُس کی نظریں بہت ہی خونخوار ہو جاتی تھیں۔ ہم نے رکھا بھی اُس کو observation کے لیے تھا، اچھا لگتا تھا، جانوروں سے دلچسپی بہت تھی اور ویسے جانوروں کے رویے [behaviour] کو دیکھ کر انسان کو رویے [behaviours] اسٹڈی کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ میری ایک کزن تھی، اُس کے اوپر وہ مرغ ایک دفعہ جھپٹا تو اُس کی گال سے گوشت نکال کر لے گیا۔ شکر ہے اللہ کا کہ اس کی آنکھیں بچ گئیں، اُس نے کہیں اور ٹھونکا نہیں مار دیا لیکن وہ مرغ مجھے غضب کی بھرپور تصویر کے طور پر نظر آتا ہے۔ پتہ نہیں اُس نے کیا سوچا ہوگا کہ یہ مجھے پکڑنے آرہے ہیں یا میرے خلاف کچھ کریں گے، کچھ نہ کچھ تو اُس کے ذہن میں خیال آیا ہوگا۔ کہنا یہ چاہتی ہوں کہ وہ رب کی ساما ہر ہے! کیسے ہر مخلوق بنائی! کیسے ظاہری و باطنی حواس بھی دے دیئے! یعنی زندہ کیا تو زندگی کے لیے ہر چیز بھی ساتھ ہی عطا کر دی لیکن ہم جو چیز اسٹڈی کرنے والے ہیں وہ یہ کہ ایک جانور اور ایک انسان کے رویے [behaviour]

میں فرق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الاعراف: 179)

”ان کی مثال جانوروں کی طرح ہے بلکہ وہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔“

یعنی جانوروں جتنی سوچ سمجھ بھی ان کے اندر نہیں ہے کہ جانور جیسی زندگی گزارتے ہیں ویسی ہی گزار لیں۔ جیسے کتا اپنے مالک کا وفادار ہے لیکن انسان رب کا وفادار نہیں بنتا۔ اُس کی وفاداری میں خلل آجاتا ہے، کھوٹ آجاتا ہے۔ اس کی سوچ کتنا کھوٹ لے آتی ہے! مالک کا ہونے نہیں دیتی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ جو انسان شعور سے کام نہیں لیتا وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

اس لحاظ سے دیکھیں تو دل کے ساتھ متعلق دو امور ہیں جو بحیثیت انسان کے اُس کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ایک جانور تو ان کو قدرتی طور پر اپنے اندر رکھتا ہے۔ ان امور میں سے ایک علم ہے اور دوسرا ارادہ ہے۔ علم کتنا؟ مثلاً ایک مرنے کا علم ظاہر ہے کہ اُس کے حالات و واقعات کے مطابق ہے، ایک بلی کا علم اُس کے حالات و واقعات کے مطابق ہے لیکن جو انسان کا علم ہے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ اب کچھ چیزیں تو اُس کے اندر موجود ہیں اور کچھ چیزیں اُسے externally حاصل کرنی ہیں، وحی کا تکرار اور وحی کی وضاحت کا علم یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا علم۔

دوسری چیز ہے ارادہ۔ ارادے کی قوت جانور کے اندر بھی ہے۔ ویسے جانور کا ارادہ زیادہ strong ہے۔ جو کچھ کرنے کی وہ نیت کر لے پھر باز نہیں آتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جانوروں کی گروں میں پٹے ڈال کر کیوں رکھتے ہیں؟ ان وان کے رات کے بار بار اٹنے کے لیے۔ ہم پٹے ڈالتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو قابو نہیں کر سکتے۔ ان کے دل میں ایک دفعہ خیال آگیا، ایک دفعہ ان میں جوش ہو گیا، ان کے دل میں جوش ہو گیا، ان کے دل میں جوش ہو گیا۔

fighting bull کو دیکھا ہے؟ کیا وہ دیکھتا ہے کہ میں نے اب کہاں مارنا ہے اور کس کو مارنا ہے؟ بس اُس کو یہ پتہ ہے کہ غصہ آ گیا۔ اب اُس نے جب تک اپنے مخالف یعنی حریف کو مار نہیں ڈالنا، اُس کو چین نہیں آئے گا۔ مارے گا، مارے گا اور مارتا ہی چلا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بیل کے اندر عقل کی بہت کمی ہے لیکن اگر ایک انسان بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کر لے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ انسان کے اندر بھی عقل کی، شعور کی، علم کی کمی ہے جس کی وجہ سے اس کا ایک مثبت ارادہ نہیں بنتا۔

جو علم انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رویے یعنی خلق کو درست کرنے کے لیے چاہیے وہ کس چیز کا علم ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات کا اور پھر آخرت کے حقائق کا، انجام کا علم ہے۔ یہ چیزیں محسوسات سے ماوراء ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی معرفت اور آخرت کے حقائق کا علم کتنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس علم کے بغیر ہمارا ارادہ نہیں ہوگا کہ کامیاب ہو جائیں یا ناکامی سے بچ جائیں۔ اس کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ ارادے سے یہاں مراد یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کے انجام پر نظر ڈالتا ہے، اسے اس میں کوئی بہتری نظر آتی ہے، فائدہ نظر آتا ہے تو وہ اس کام کو کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے یا کسی کام میں خرابی نظر آتی ہے تو اس کام سے رُکنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ Normally انسان دو چیزوں میں فرق [differentiate] نہیں کر پاتا اور وہ ہیں خواہش اور ارادہ۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے تو یہ ارادہ نہیں ہے بلکہ یہ خواہش ہے۔ ارادہ کس میں ہوتا ہے؟ مومن بنیاد پر، انجام کی بنیاد پر۔ ارادہ اس کو کہتے ہیں کہ انسان سوچ سمجھ کر ارادے کا مبادی کے لیے اور ناکامی سے بچنے کے لیے طے کر لے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو یہ ارادہ ہے۔

اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ شہوت یعنی خواہش والا ارادہ تو جانوروں میں بھی موجود ہے لیکن علم کے مطابق جو ارادہ ہے یہ صرف انسان میں ہے۔ یہ انسان کی خاصیت ہے۔ اب ہم اسے مثال سے سمجھتے ہیں۔ انسان کی خواہش ہے ناں کہ وہ اچھا کھانا کھائے۔ آپ نے اصحاب کھف کو دیکھا کہ کتنے برس سوئے رہے تھے؟ تین سو سال سوئے رہے لیکن اُنٹھے ہیں تو شدید خواہش کس چیز کی ہے؟ اچھا کھانا کھالیں۔

فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرُوا أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ (النکھد: 19)

”اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے کچھ کھانے کے لیے لے آئے۔“

انسان کی یہ خواہش ختم نہیں ہوتی چاہے وہ کتنی دیر موت کی نیند سوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز انسان کے ساتھ لگا دی ہے۔ اچھا کھانا کھانا کوئی بری بات نہیں ہے، انسان کا حق ہے لیکن فرض کریں کہ ڈاکٹر نے روک دیا کہ آپ نے یہ اچھا کھانا نہیں کھانا۔ اب اندر ایک جنگ جاری ہے۔ ایک طرف خواہش ہے، ایک طرف عقل ہے۔ عقل کہتی ہے چھوڑو! اور زیادہ تکلیف بڑھے گی۔ خواہش کہتی ہے کہ پھر کب موقع ملے گا؟ اب خواہش اور عقل کے درمیان جنگ جاری ہے اور عقل کے پاس اگر علم ہے تو عقل win کر جاتی ہے لیکن جب علم نہیں ہوتا تو خواہش win کر جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ عقل انسان کو علم کی بنیاد پر نقصان دہ چیزوں سے روکتی ہے اور دوسری طرف ہم خواہش کو دیکھتے ہیں کہ نفع و نقصان کسی چیز کی اُسے کوئی پرواہ نہیں۔ بس اندھا دھند معاملہ ہے کہ کرلو جو جی چاہے ہو جائے! انجام کی فکر ہے نہ ہی آغاز کی کوئی پرواہ ہے۔ بس کر جاؤ جو مرضی نتیجہ نکلے۔ یہ خواہش ہے۔

انسان کے لیے سب سے مشکل کام جانتے ہیں کیا ہے؟ خواہش اور ارادے کو پہچاننا۔ علم نہیں ہوتا تو انسان فرق نہیں کرتا اور انسان تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو تو خواہش فوراً غالب آتی ہے اور یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ارادہ ہمیشہ علم اور انجام کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یونیورسٹی میں ایک پروفیسر صاحب کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا بات کی ہے کہ جنت اور دوزخ کا concept دیا۔ بھلا ہم کوئی بچے ہیں؟ کہ ہمیں کسی نے لالی پاپ، چاکلیٹ یا آئس کریم کا لالچ دے دیا اور ہم نے یہ کام کر لیا یا یہ ہے کہ ہم کوئی بچے ہیں کہ کوئی ہمیں ڈرائے اور ہم ڈر جائیں؟ اب ہم بڑے ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ)۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بڑے ہو گئے ہیں تو آپ کے اندر اچھے گھر کی خواہش کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک natural بات ہے، ہمیں ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ کیا پھر وہاں ضرورت نہیں ہوگی؟ وہاں بھی تو ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے natural چیز کو ہی سامنے رکھا ہے تو آپ کو اختلاف کس چیز پر ہے؟ اصل میں معاملہ یہ ہے کہ بات آج کے جدید پڑھے لکھے افراد کی ہو جنہوں نے وحی کا علم یعنی زندگی کی حقیقت نہیں پڑھی، بس چار لفظ پڑھ لیے ہیں تو یہ سب جنت اور دوزخ کے بارے میں ایسی ہی باتیں کہتے ہیں۔ جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ ارادہ کیسے ٹوٹتا ہے؟ نیکی کا ارادہ کیوں نہیں بنتا؟ اس لیے کہ انجام سامنے نہیں رکھا جاتا۔

آپ دیکھیں یہ کتنی زبردست ٹیکنیک ہے کہ انجام کو ختم کر دو، اس سوچ کو ختم کر دو کہ آپ نے جانا کہاں ہے؟ انجام کیا ہونے والا ہے؟ نہ جنت رہے، نہ دوزخ رہے تو پھر ارادہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ آپ اپنی زندگی میں دیکھ لیں اگر نیکی کا کام نہیں ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ کے ذہن میں انجام کی کوئی فکر نہیں ہوگی۔ کوئی کام اگر آپ جنت جانے کے لیے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضامانی کے لیے تو اس کا مطلب ہے کہ

آپ ایک صاحب فہم انسان ہیں کہ اپنے انجام کو سامنے رکھ کر یعنی کسی نقصان سے بچنے کے لیے اور کسی فائدے کے لیے کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ لہذا انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ارادہ کرے۔ اب آپ دیکھیے کہ جنت اور جہنم کا تصور [concept] رکھنا کتنا زیادہ ضروری ہے! ہر موڑ پر! ہر مقام پر! اس کے بغیر ہی تو ارادے نہیں ہوتے۔ یہی علم تو ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا علم، جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر انسان کوئی کام کر لے یا اللہ تعالیٰ کی محبت میں یا اللہ تعالیٰ کی رضا کو جنت کی صورت میں سامنے رکھے یا اللہ تعالیٰ کے غضب کو جہنم کی صورت میں سامنے رکھے اور اس سے بچنے کے لیے کام کر لے، تب ارادہ بنتا ہے۔ کسی نے کہا:

ع ارادے باندھتا ہوں باندھ کر پھر توڑ دیتا ہوں

کیوں توڑتا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو جائے! کہیں ویسا نہ ہو جائے! کیونکہ ایسا ویسا کچھ ہے ہی نہیں ذہن میں۔ ذہن انتشار کا شکار کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ ایسے ذہن میں انجام واضح نہیں ہوتا۔ وہ اپنے انجام، اپنی منزل کو سامنے نہیں رکھتا تو اب دیکھیں گے کہ ہمارا کیا مسئلہ ہے؟ انجام کو سامنے رکھ کے کام کرتے ہیں یا بغیر سوچے؟

طالبات: بھول جاتے ہیں۔

استاذہ: یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی تقدیر میں رکھ دیا کہ آدم بھولتا ہے۔ ”اور آدم بھول گیا!“ آدم بھولتا ہے اور قرآن یاد دلاتا ہے۔ قرآن نصیحت ہے، تذکرہ ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ (الدھر: 29)

”یقیناً یہ تذکرہ ہے۔“

اس لیے بابا علمی مجالس میں آنا، سیکھنا، یاد کرنا، یاد دہانی کروانا اور موت و تبلیغ کا

کام کرنا ضروری ہے تاکہ بھولے ہوئے انسان کو یاد دلادیں۔ اب کہانی سمجھ آئی! کہ ہم نے سیکھنے، سکھانے اور یاد دلانے کے یہ سب کام کیوں کرنے ہیں؟ کیونکہ آدم کی اولاد بھولتی ہے۔ بنات آدم اور ابن آدم بھولتے ہیں کیونکہ ماں باپ جو بھولے تھے تو یہ علم یاد دہانی ہے۔ یہ نصیحت ہے اور نصیحت کون قبول کرتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر، اُس کا خوف انسان کو نصیحت تک لے آتا ہے اور نصیحت کی وجہ سے انسان اور زیادہ رب کا خوف کھاتا ہے۔ یہ خوف بہت بڑی متاع ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ ڈرانے والی باتیں نہ کریں۔ یہ ڈر تو نعمت ہے، blessing ہے۔ اس ڈر کی وجہ سے انسان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے۔ اس خوف کے بغیر انسان تو سدھر ہی نہیں سکتا۔ یہ خوف انسان کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم عطا کیا، اُس کے لیے پیغمبر بھیجے، وحی کا علم دیا، پیغمبروں نے سکھایا اور علم کے ساتھ انسان کے لیے کیا چیز لازم قرار دی کہ تم نے ارادہ ضرور کرنا ہے۔ ہم نے حسنِ خلق کے بارے میں جب پڑھنا شروع کیا تھا تو پہلی چیز کیا دیکھی تھی؟ حسنِ نیت، ارادہ اور ارادے ٹوٹتے ہیں کیونکہ انجام یا نہیں رہتا۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں تو انسان کی خواہش کے لیے اگر عقل کی لگام نہ ہوتی تو انسان آج کیا ہوتا؟ عقل علم کی وجہ سے ہی صحیح راہ نمائی کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادے کی تخلیق نہ کرتا تو اس کی وجہ سے عقل کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، پھر عقل کا فائدہ ہی نہ رہتا۔ عقل سے انسان ارادہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ علم اور ارادہ ایسے امور ہیں جو جانوروں میں نہیں پائے جاتے اگرچہ جانوروں میں قوتِ شہوت بھی ہوتی ہے اور قوتِ غضب بھی ہوتی ہے لیکن اُن میں علم اور ارادہ نہیں ہوتا۔

## طالبات کے احساسات، سوالات اور اُن کے جوابات

طالبہ: آج کے لیکچر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب تک ہم انجام کو اپنے سامنے نہیں رکھیں گے اُس وقت تک ہم اچھا ارادہ نہیں کر سکتے۔

استاذہ: جی ہاں! ہم انجام کو سوچے بغیر اچھا ارادہ نہیں کر سکتے۔

طالبہ: اور انسان اور جانوروں میں جو فرق ہے علم اور ارادے کا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے۔

استاذہ: اب آپ دیکھیں کہ آپ علم کی دعوت دینے کے لیے نکلتے ہیں۔ اگر آپ ارادہ کر لیں تو یہ دعوت کس چیز کی ہے؟ کامیابی کی۔ آپ لوگوں کو بتائیں کہ ہم آپ کو کامیابی کے راستے پر لانا چاہتے ہیں۔ کامیاب ہونے کے لیے آپ کو دعوت دے رہے ہیں۔ آپ زندگی کے سب سے بڑے امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ آپ علم حاصل کر لیں، آپ جنت جانے کا ارادہ کر لیں، آپ غلطیوں سے بچنے کا ارادہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ آپ خوشخبریاں دیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: خواہش اور ارادے میں فرق [differentiate] ہے۔ پہلے اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔



استاذہ: یہ بات کلیئر ہوگئی؟ عام طور پر تو یہی ذہن میں آتا ہے ناں کہ یہی ہمارا ارادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے کیا کہا ہے؟

وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طہ: 115)

”ہم نے آدم کو عزم میں، ارادے میں کمزور پایا۔“

کمزوری یہاں آتی ہے۔ شیطان یہاں ضرب لگاتا ہے، ارادے پر۔ کبھی خواہش اور ارادہ mix up کر دیتا ہے، کبھی ارادہ کمزور کر دیتا ہے۔ ارادہ کمزور کہاں سے ہوتا ہے؟ علم حاصل نہیں کرنے دیتا، علم کو استعمال نہیں کرنے دیتا، علمی مجالس سے دور کر دیتا ہے۔ یہ جودلوں میں دسو سے آتے ہیں کہ ہم سیکھنے کی بجائے پہلے گھر والوں کو سکھالیں، ان کا خیال کر لیں۔ یہ دراصل شیطان کے وار ہیں ان کو پہچانیں۔ اپنے دشمن کو پہچاننا چاہئے اور دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

طالبہ: ایک پوائنٹ جو مجھے بہت اچھا لگا ہے: Change in behaviour due to desire. کہ اب اگر ہم اپنا رویہ تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو پیچھے کون سی feelings ہوں گی یا کون سے motives ہوں گے کہ جو ہمارے رویے کو تبدیل کریں گے انشاء اللہ۔

طالبہ: عقل اور خواہش کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے اور جب علم آتا ہے تو عقل win کر جاتی ہے۔

استاذہ: الحمد للہ کیونکہ عقل ارادہ کر لیتی ہے۔

طالبہ: آج یہ پڑھا ہے کہ انجام کا تصور بھی رکھنا ہے اور اگر یہ سامنے ہوگا تو پھر ہی ارادہ بنے گا۔ نیکی اور ارادے کے لیے یہ کتنا ضروری ہے!

نضرة النعيم

خواہش سے ارادے تک

استاذہ: جی ہاں! یہ علم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے اگرچہ سب سے مشکل ہے، اندر ٹھہرتا نہیں ہے لیکن جب یہ پتہ چل جائے کہ اس کے بغیر تو ہم ارادہ ہی نہیں کر سکتے، پھر انسان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

طالبہ: میں یہ سمجھتی ہوں کہ قرآن کا پڑھنا اور یہ نضرة النعيم کو رس میری خواہش تھی تو کیا یہ خواہش ہے یا ارادہ ہے؟

استاذہ: ارادہ ہے۔ یہ خواہش ایک positive desire تھی۔ ثبوت اُس چیز کو کہتے ہیں جو رب سے دُور لے جانے والی ہے جبکہ یہ وہ نہیں ہے۔ اصل میں خواہش ایک درجے میں آکر انسان کی تمنا بن جاتی ہے، تمنا سے آرزو بنتی ہے اور آرزو سے ارادہ بنتا ہے۔ شوق، طلب، تڑپ، curiosity جتنا زیادہ بڑھتی ہے، اتنا زیادہ انسان ہر رکاوٹ کو عبور کر جاتا ہے۔

طالبہ: ہم کسی اچھے رویے [behaviour] کا، اچھے کام کا ارادہ کرتے ہیں لیکن وہ مستقل نہیں رہتا یعنی کچھ عرصے بعد پھر ختم ہو جاتا ہے۔

استاذہ: انجام سامنے رکھنے والی فالٹز delete ہو جاتی ہیں۔ انجام کو ہر وقت سامنے نہیں رکھتے۔ اس کو اب سیکھنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ چیزیں سیکھیں گے پھر رویہ [behaviour] تبدیل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر مستقل مزاجی آئے گی۔ جیسے ہم اخلاق کے feild میں استقامت کو پڑھیں گے تو آپ کا ذہن انشاء اللہ بہت زیادہ satisfied ہوگا، شرح صدر نصیب ہوگی کہ استقامت کیسے آتی ہے؟

طالبہ: جیسے ارادہ تو کرتے ہیں کہ غصہ نہ کریں لیکن ہو جاتا ہے۔

استاذہ: غصے کے انجام پر نظر نہیں رکھتے کہ غصے کا انجام کیا ہے؟ جب وقتی طور پر انجام بھول جاتا ہے تو انسان غصہ کر جاتا ہے۔ جب انسان کو ایک دفعہ غصہ آ جاتا ہے پھر اسے

سمجھ کب آتی ہے؟ عقل تو مغلوب ہوگئی۔ پھر انسان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ اب میں کیا کروں؟ اس لیے وہ اپنا جائزہ بھی نہیں لے سکتا۔  
طالبہ: کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اگر ارادہ کر لیتی ہوں تو وہ اتنا زیادہ حاوی ہو جاتا ہے کہ مجھے مشکل لگنا شروع ہو جاتا ہے کہ اب یہ کیسے ہوگا؟  
استاذہ: مثال دیں۔

طالبہ: مثلاً نضرۃ النعیم کو رس کے لیے آنا تھا تو ارادہ کیا کہ ضرور جانا ہے۔ اس کے لیے تیاری بھی شروع کر لی لیکن یہ مشکل لگ رہا تھا کہ ابو سے کون پوچھے گا؟ بھائی سے کون بات کرے گا؟  
استاذہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”کوئی نبی ایسا نہیں جس کی تمنا کی راہ میں شیطان رکاوٹ نہ بن گیا ہو“۔

(الحج: 52)

ایک تمنا کے پورا ہونے کے لیے، impliment ہونے کے لیے شیطان حاوی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا راستہ بتایا ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران: 159)

”جب آپ ارادہ کر لو پھر اللہ تعالیٰ پھر بھروسہ کرو“۔

اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو، ہمت مانگو اور پھر اللہ تعالیٰ ہمت بھی عطا کرتے ہیں، اسباب پیدا کرتے ہیں۔

طالبہ: قرآن حکیم سیکھنے کے لیے یہاں آنے کے حوالے سے پھوپھو کی طرف سے اتنا reaction سامنے آیا جس کی مجھے امید نہیں تھی۔

استاذہ: وہ دراصل پھوپھو نہیں تھیں، پیچھے دیکھیں کون تھا؟ مخالفت میں جو reaction ہوتا

ہے وہ شیطان کی طرف سے پیدا کیا گیا فتنہ ہے۔ رحمن کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی مدد کا سلسلہ ضرور بنتا ہے۔ اچانک پتہ لگتا ہے کہ کسی نے ہماری favour میں کوئی فقرہ کہہ دیا۔ ایک فقرہ بھی بعض اوقات بہت کارگر ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بھی favour میں نہیں ہوتا تب بھی رب تو ہوتا ہے۔

طالبہ: جیسے میں نے نارمل روٹین میں پڑھنا ہو تو جب میں یہ سوچ لوں کہ انشاء اللہ آج رات دیر تک بیٹھ کر پڑھنا ہے تو بیٹھنا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی نہ کوئی کام نکل آتا ہے، بہت دیر ہو جاتی ہے۔ پھر میں کہتی ہوں کہ اب نہیں ہوگا، انشاء اللہ صبح کریں گے۔ پھر صبح کرتے کرتے لیٹ ہو جاتا ہے۔

استاذہ: تمنا کے درمیان شیطان حائل ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَفْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (الاعراف: 205)  
 ”اگر کبھی شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، وہ سن کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

آپ اگر اس وقت یہ کہہ دیں کہ کیسے نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ آپ میری مدد کرتا۔ آپ اگر کہہ دیں گے تو دیکھئے گا آپ کی کیفیت ہی بدل جائے گی۔  
 طالبہ: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں کرنا نہیں آتیں۔

استاذہ: آجائیں گی۔ ایسے ہی آئیں گی۔ جو بات آپ سے کہی جاتی ہے وہ کرنا شروع کر لیں، آجائے گا انشاء اللہ۔

طالبہ: ارادہ تو ہوتا ہے لیکن پختہ نہیں ہوتا اور کام نہیں ہو پاتا۔ ایسا کیوں ہے؟ جیسے آپ نے کہا کہ جنت اور جہنم کا تصور بنانا ہے۔ جھٹک کا تصور تھوڑا سا تھا لیکن یہ کہ وہ پختہ نہیں ہو

پایا کہ میں اس کو لکھوں اور جہنم کی بات ذہن میں آ ہی نہیں رہی تھی کہ نہیں یہ تو میری ہے ہی نہیں۔

استاذہ: Actually بات یہ ہے کہ انسان کا جو بھی فیصلہ [decision] ہوتا ہے اُس کے ذہن میں دو طرح سے کوئی بات آتی ہے: یا تو اُس کے دماغ کا right hemisphere کھل جاتا ہے یا left۔ اگر ایک انسان ابتدا میں اپنے آپ کو messages دے لے کہ 'یہ کام ہو سکتا ہے، ہو جائے گا، یہ بھی کوئی بات ہے، اتنا سا کام ہے' تو کام positively ہوتا شروع ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ analytical mind کو کھول لے کہ 'یہ کام نہیں ہوگا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟' تو کبھی نہیں ہوگا کیونکہ انسان ہار گیا، اُس نے اپنی عقل کو پہلے ہی ہرا دیا، ارادہ ختم کر دیا، یا ارادہ ہے ہی نہیں تو وہ کام نہیں ہوتا۔

طالبہ: کیا اچھی سوچ ہی ارادہ بنتی ہے یا بری سوچ بھی ارادہ بن جاتی ہے؟  
استاذہ: ارادہ تو اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ مثلاً کوئی قتل کا ارادہ کر لے، قاتیل ہو تو بھائی کے قتل کا ارادہ کر سکتا ہے۔ جب خواہش غالب آتی ہے تو برا ارادہ ہوتا ہے اور جس وقت ایک انسان کی عقل غالب آتی ہے، علم کی بنیاد پر انجام سامنے رکھتے ہوئے انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو وہ اچھا ارادہ ہوتا ہے۔

طالبہ: پچھلے لیکچر میں بھی یہ بات ہوئی تھی کہ عقل کی پختگی کے لیے علم ضروری ہے۔ آج بھی یہی بات ہو رہی تھی کہ عقل علم کی بنیاد پر فیصلہ کرتی ہے یعنی دونوں دن یہی discussion ہوئی کہ علم ضروری ہے۔ میں نے آپ سے اپنے بارے میں discuss کیا تو یہی بات سامنے آئی کہ علم کی کمی ہے، پختہ علم کی تو یہی feel ہو رہا تھا کہ مسلسل علم چاہئے، نہ کہ یہ mind setting کر لیں کہ ڈگری لے لی، اب ہم

اس قابل ہو گئے ہیں کہ دوسروں کو پڑھا سکتے ہیں لہذا واپس چلے جائیں۔ یہ بات غلط ہے۔ جب تک feed back نہیں ملتی رہے گی ہم دوسروں کو نہیں پڑھا سکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا سفر تو ابھی شروع ہوا ہے۔ جب تک زندگی ہے یہ چتا رہے گا۔

استاذہ: اصل بات یہی ہے کہ یہ تو آغاز سفر ہے، اختتام سفر نہیں ہے اور یہ جو دل میں آتا ہے کہ اب ہم پڑھ چکے اور پڑھانے کے قابل ہو گئے۔ بھئی! پڑھا ہی کیا ہے؟ اپنے اندر جھانک کر دیکھیں! ابھی تو موقع آیا ہے کہ اپنی اصلاح کے قابل ہو جائیں۔ پہلے اپنی اصلاح کروائیں۔ اندر کا شیشہ چمکے گا تو اس کی روشنی دوسروں تک جائے گی ورنہ تو اندھیرا ہی جائے گا لہذا اندھیرے کا مسافر نہیں بننا۔ علم کی روشنی، علم کی شمع سے محبت کرنی ہے انشاء اللہ۔

طالبہ: شہوت اور غضب اگر غالب ہو جائے تو وہ نفس نفسِ امارہ ہوتا ہے اور اگر اس کو کنٹرول کر لیا جائے تو پھر نفسِ مطمئنہ کی طرف سفر ہوتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ کی خصوصیات میں ہم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ نفسِ مطمئنہ کو کام کر کے خوشی نصیب ہوتی ہے لیکن میرے ساتھ ایسے ہوتا ہے کہ اگر میں کنٹرول کر بھی لوں تو خوشی کا عنصر نہیں ہوتا۔

استاذہ: اس لیے کہ انجام سامنے نہیں ہوتا۔ اصل میں انجام ہی کی فائل اُڑتی ہے۔ آپ جہاں کہیں بھی دیکھیں گے بات وہی آئے گی کہ آخرت کی یاد نہیں، آخرت کی سوچ نہیں کہ جانا کہاں ہے؟ کیا ملا؟ ایک کام کرنے کے بعد انسان کا شعور یہ چاہتا ہے کہ پتہ لگے کہ اب کیا فائدہ ہوا؟ وہ بات تو آتی ہی نہیں تو satisfaction کہاں سے آ جائے؟ satisfaction انجام کی وجہ سے آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان جب اکیلے اکیلے رہتے ہوئے نیکی کے کام کرتا ہے، آپ اس آیت کو سامنے رکھیں:

يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِيْ اِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَُّرْضِيَةً

”اے اطمینان والی جان! لوٹ چلو اپنے رب کی طرف! وہ آپ سے

راضی اور آپ اُس سے راضی“۔ (الفجر: 27، 28)

دنیا میں یہی بات تو ہے کہ انسان رب سے راضی ہو جائے۔ راضی کسی بنیاد پر ہی ہوگا! کس بنیاد پر راضی کہ رب نے میری خاطر کیا کیا؟ اور میں اب رب کی خاطر کیا کر رہا رہی ہوں؟ اور آپ اطمینان کا راستہ دیکھیں:

فَاذْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ (الفجر: 29)

”میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ!“

کہاں شامل ہوں؟ اب جو ایمان والا حلقہ ہے اُس میں شامل ہو جائیں۔

وَ اذْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر: 30)

”اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ“۔

اکیلے اکیلے جنت نہیں جاسکتے۔ یہ اجتماعی طور پر کام کرتے ہوئے ہی جنت جانا ہے۔ کسی کے دل میں اگر خیال آتا ہے کہ اس طرح تو میری privacy خراب ہوتی ہے تو اب نہیں ہوگی انشاء اللہ۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اپنی privacy کس وجہ سے چھوڑیں؟ مقصد کیا ہے؟ جنت کے لیے چھوڑیں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاذْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ (الفجر: 29)

”میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ!“

ہم کہتے ہیں نہیں! میں نے تو اپنے گھر میں داخل ہونا ہے۔ گھر میں تو داخل ہونا ہی ہے۔ گھر کے لیے ہی تیاری کرنی ہے۔ گھر اچھے بنانے کے لیے۔ یہ training

process ہے۔

وَإِذْ خُلِّيَ جَنَّتِي (الفجر: 30)

”اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔“

جنت میں داخلے کے لیے یہی راستہ ہے۔ لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے، لوگوں کے ساتھ مل کے، ایمان والوں کے درمیان رہتے ہوئے، ایمان والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے ہوئے، جدوجہد کرتے ہوئے، کوششیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا سفر جاری رکھیں گے، پھر جنت ملے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔



نصرۃ النعم سیریز پارٹ-۱

# دل بدلے تو زندگی بدلے

استاذہ گلہت ہاشمی کی سی ڈیز، کیسٹس اور پمفلٹس

پڑھیے اور پڑھو ایسے سنیے اور سنو ایسے

- |                          |                                  |                     |
|--------------------------|----------------------------------|---------------------|
| 1۔ اب اخلاق بدلنا ہے     | 6۔ خواہش سے مراد ہے تک           | 11۔ دل کے دروازے    |
| 2۔ نیت سے اخلاق بدلنا ہے | 7۔ دل میں کیا ہے؟                | 12۔ دل بزرگرمعنی ہے |
| 3۔ عادت سے طبعیت تک      | 8۔ علم دل کے اندر کیسے اترتا ہے؟ | 13۔ دل کی زندگی     |
| 4۔ نفس، روح، قلب، عقل    | 9۔ علم دل میں کیوں نہیں اترتا؟   | 14۔ دل کیسے بدلے؟   |
| 5۔ قلب کے لشکر           | 10۔ دل بدلنا ہے                  |                     |



www.alnoorpk.com



